ہادیٔ عالم

از قاضی عبدالمجید قریشی

ہدیہ :- ۵۰ روپیہ فی ہزار، ۶ روپیہ فی سینکڑہ، محصولڈاک الگ

قاضی عبدالمجید قریشی سکرٹری سیرت کمیٹی، پٹی، ضلع لاہور

سیرت کمیٹی پٹی کی خدمات

۱۔ سیرتِ نبویؐ کا ۲۲ زبانوں میں ترجمہ شائع کرایا گیا۔

۲۔ سیرتِ نبویؐ کی ۱۵ لاکھ کاپیاں مسلمانوں اور غیر مسلموں میں مفت تقسیم کرائی گئیں۔

۳۔ تمام کائنات میں جلسہ ہائے سیرت کی تنظیم کی گئی تاکہ رسول اللہؐ کی شان بلند ہو۔

۴۔ ہندوستان اور دنیائے اسلام میں پونے دو سو کے قریب اشاعتِ سیرت کے مرکز قائم کئے گئے

۵۔ دنیائے اسلام کے سات ممالک میں مبلغین کے ذریعہ سے تحریک یوم النبیؐ کی اشاعت کی گئی اور شاہانِ اسلام سے تحریک کی تائید کا وعدہ لیا گیا۔

۶۔ ریڈیو کے تین سٹیشنوں سے تمام دنیا میں تقاریر سیرت براڈکاسٹ کرائی جاتی ہیں۔

۷۔ سات ہزار مساجد میں وقت کے مطابق خطباتِ عیدین کی ۱۴ ہزار کتابیں مفت تقسیم کی گئیں۔

۸۔ تمام ملک میں تنظیم مساجد اور وحدت خطبات کا انتظام کیا جا رہا ہے۔

۹۔ مسلمانوں کی اقتصادی اصلاح کے لئے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی اقتصادی رپورٹ (مسلمانوں کے افلاس کا علاج) کی ۲۰ ہزار جلدیں مفت تقسیم کی گئیں۔

۱۰۔ چار سو اصلاحی مضامین کی سات ہزار نقول دنیا بھر کے اسلامی اخبارات میں شائع کرائی گئیں۔

۱۱۔ کمیٹی نے ۸ ہزار روپیہ نقد وقف کیا ہے

مسلمانو! ان ٹھوس اور سنجیدہ خدمات کی جزا کیا ہے؟ صرف یہ کہ جس مرکز سے یہ خدمات انجام پا رہی ہیں اُسے مضبوط کیا جائے۔ سیرت کمیٹی کسی سے چندہ طلب نہیں کرتی۔ کمیٹی کی امداد کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ آپ ہر سال یوم النبیؐ کی تقریب پر مرکزی سیرت کمیٹی پٹی، ضلع لاہور سے اردو، ہندی، انگریزی وغیرہ زبانوں میں سیرت کی تقریریں منگوائیں اور مفت تقسیم کریں۔ قیمت ۵۰ روپیہ فی ہزار، ۶ روپیہ فی سینکڑہ محصول ڈاک الگ۔ ۱؍ بھیج کر ۱۶ تقریریں منگوائیں۔ امداد کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ سیرت کمیٹی کے آرگن اخبار ایمان کی خریداری قبول فرمائیں۔ چندہ سالانہ تین روپیہ ششماہی ۱؍۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریر سیرت

عرب قبل اسلام جزیرہ نمائے عرب کو افریقہ، ایشیا اور یورپ تین براعظموں کے درمیان میں جگہ ملی ہے۔ اسلام سے پہلے اگرچہ ساری دنیا میں جہالت اور تاریکی کا دور دورہ تھا مگر عرب کی حالت سب سے بدتر تھی۔ اس میں تینوں براعظموں کی برائیاں جمع تھیں۔

اس وسیع ملک میں جو ۵۰ سو میل لمبا اور ۱۲ سو میل چوڑا تھا، قبائل اور مذاہب کی وسیع دنیا آباد تھی، لیکن عام لوگ قریباً سب کے سب بت پرست تھے۔ نوعِ انسانی کی اس سے بڑھ کر کیا بدبختی ہوگی کہ وہ توحید کا سب سے پہلا گھر، جسے حضرت ابراہیمؑ نے بنایا تھا اب بت پرستی کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ اس میں ۳۶۰ بت تھے جن میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت عیسٰیؑ اور حضرت مریمؑ کی مورتیاں اور تصویریں بھی شامل تھیں، وحشی قبائل کے زن و مرد یہاں ہزاروں کی تعداد میں آتے تھے اور برہنہ تن، بتوں کا طواف کرتے تھے

عرب کا ذریعہ معاش تلوار تھی۔ جنگ کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے ملک میں عجیب و غریب عقائد پھیلے ہوئے۔ ایک قانون (ثار) یہ تھا کہ جب تک کسی قاتل کے قبیلے کا ایک شخص بھی دنیا میں زندہ ہے، مقتول کے قبیلے کا فرض ہے کہ اپنے خون کا انتقام لے، خواہ واقعہ قتل پر صدہا سال گذر چکے ہوں۔ ایک عقیدہ یہ تھا کہ مقتول کی روح، جب تک اس کا انتقام نہ لیا جائے، پرند بن کر مقام قتل پر فریاد کرتی رہتی ہے

کثرت جنگ کے باعث، عربوں کی طبیعت پر ایک عجیب وحشت و بربریت سوار تھی، وہ نیند یا غفلت کی حالت میں دفعتہً دشمن پر جا پڑتے، بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے، ہاتھ اور پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر، دشمن کو زمین پر ڈال دیتے کہ تڑپ تڑپ کر مریں، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے، عورتیں مردوں کے اعضاء کاٹ کر ہار بناتیں اور مقتولوں کا خون پیتیں اور کلیجہ نکال کر چبا جاتیں، جنگی قیدی حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے

اور عورتیں قتل کر دیتے بلکہ آگ میں جلا دیتے۔

ان حالات سے ملک کی عام اخلاقی اور مجلسی زندگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ پتھروں کی خوشنودی کے لئے انسان کا خون بہایا جاتا، معصوم بچیوں کو زمین میں دبا دیا جاتا، باپ کی منکوحہ بیٹے کو ورثہ میں ملتی۔ ایک آدمی جتنی عورتوں سے چاہتا شادی کر لیتا، شراب، زنا، قمار بازی، سود خواری، چوری کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ اور ان ہی چیزوں کو ترقی دینے میں، عرب کی فصاحت و بلاغت ختم تھی۔ عرب کے نامور شاعر امراؤالقیس نے جو شاہزادہ بھی تھا، ایک قصیدہ لکھا تھا جس میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا قصہ بڑے فخر سے بیان کیا ہے، یہ قصیدہ خانہ کعبہ پر آویزاں تھا

بہر حال یہی وہ قوم تھی، جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اس کے ساتھ اتنا اور یاد رہے کہ یہ قوم بارہ لاکھ مربع میل صحرا میں آباد تھی اور اس کے دل و دماغ پر وحشت و جہالت اور صدیوں کی خودسری اور بے آئینی کے سوا اور کوئی آرزو ابھی تک پوری نہ ہوئی تھی۔

پیدائش جہاں، اس وقت مکہ معظمہ آباد ہے، چار ہزار برس پہلے یہ جگہ بالکل ویران پڑی تھی۔ چاروں طرف خشک پہاڑ تھے، بیچ میں کھلی اور پتھریلی زمین تھی اور اس پر کنکروں کی تہ بچھی ہوئی تھی۔ مشیت خداوندی کا فیصلہ تھا کہ ریت کے ان ہی ذروں سے دنیا کیلئے ہدایت کا آفتاب چمکیگا۔

حضرت ابراہیمؑ اپنی پیاری بیوی ہاجرہ اور اکلوتے فرزند اسمٰعیل کو اس بنجر زار میں لائے اور چھوڑ گئے۔ ان مقدس آباد کاروں کی برکت سے یہاں ایک چھوٹی سی بستی بن گئی حضرت ابراہیمؑ پھر تشریف لائے اور سعادتمند بیٹے کی مدد سے یہاں ایک مسجد بنائی اور دعا کی، خداوندا! تو اس ویران زمین پہ بسنے والی قوم کا روزی رساں ہو اور ان کی ہدایت کے لئے اپنا رسول بھیج۔

دعائے خلیل کے ڈھائی ہزار برس بعد حضور سرور عالمؐ ۹ ربیع الاول (۲۲ اپریل ۵۷۱ء)

کی صبح سعادت میں پیدا ہوئے۔ دادا نے محمدؐ اور ماں نے احمدؐ نام رکھا، حضورؐ کے والد کا نام عبداللہ، والدہ کا نام آمنہ اور دایہ کا حلیمہ سعدیہ تھا۔ اس مولود مسعود کا فرخ فالیوں کا کیا ٹھکانہ ہے جس کی پیدائش پر عبدیت، امن، حلم اور سعادت ایک برج میں جمع ہوں؟

بچپن کے حالات | حضورؐ کا بچپن نہایت ہی پُر سوز اور معصوم تھا۔ پیدائش سے پہلے والد کا انتقال ہو چکا تھا، گویا پہلے ہی دن درد اور یتیمی کو ساتھ لائے تھے۔ چار برس کی عمر تک دایہ حلیمہ کے گاؤں میں رہے، پھر والدہ کے پاس آگئے اور چھ سال کی عمر میں ان کے ساتھ مدینہ کا سفر کیا، وہاں سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں والدہ نے انتقال فرمایا۔ اب عبدالمطلب دادا نے آپ کی تربیت کا ذمہ لیا، آٹھ برس کو پہنچے تھے کہ دادا بھی رخصت ہوگئے اور خدائے بے نیاز نے آپ کی آزاد فطرت کو ظاہری سرپرستی سے بالکل آزاد فرمادیا۔

دادا کے انتقال کے بعد، چچا (ابو طالب) نے آپ کی تربیت کا بیڑا اٹھایا، ابو طالب کے دس بیٹے تھے مگر حضورؐ کا بچپن، حضورؐ کی پیغمبری کی طرح اس قدر مقبول تھا کہ ابو طالب کو سب سے زیادہ محبت آپ کے ساتھ تھی۔

آپ دس بارہ برس کی عمر میں بکریاں چرانے لگے۔ قریباً ۴۰ بکریاں حضورؐ کی اپنی تھیں اور کچھ چچا کی تھیں، نگہبانِ عالم کو اس کام سے اس قدر محبت تھی کہ شہر میں بہت ہی کم جاتے تھے۔ بکریوں کا دودھ گھر پہنچا دیتے اور خود رات اور دن صحرا کی کھلی فضاؤں میں زندگی بسر فرماتے۔

تیرہ چودہ سال کی عمر میں آپ نے ایک تجارتی قافلے کے ساتھ سرحد شام تک سفر کیا اور اپنے ملک اور قوم کی قابلِ رحم حالت کو دیکھا۔ اس کے چند سال بعد جنگ فجار شروع ہوئی۔ چونکہ یہ جنگ، حضورؐ کے اپنے قبیلے قریش اور بنی قیس میں ہوئی تھی اس واسطے آپ کئی مرتبہ میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے اور خونِ بے گناہ کی ارزانیاں دیکھیں۔ اس خونریزی کا آپ کے معصوم اور رحیم دل پر بہت اثر ہوا اور آپ اس معاہدہ میں

میں جو "حلف الفضول" کے نام سے مشہور ہے، شامل ہو گئے اور دوسرے ممبروں کی طرح امنِ عامہ کی حفاظت، مسافروں اور مظلوموں کی حمایت اور غریبوں کی امداد کا حلف اٹھایا۔

جوانی اور معاش جب آپ جوان ہوئے تو تجارت کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت آپ کے پاس کوئی سرمایہ موجود نہ تھا لیکن خدمتِ خلق اور پاکبازی کی جو مقدس دولت آپ نے پائی تھی اس کا سب سرمایہ داروں پر اثر تھا۔ مکہ کی متمول ترین خاتون خدیجہ نے آپ کو پیغام بھیجا کہ آپ میرے مال سے تجارت فرمائیں تو میں معمول سے بہت زیادہ یعنی دُگنا منافع دینے کو تیار ہوں۔ آپ نے اس دعوت کو قبول فرمایا اور تجارت شروع کر دی۔

فرزندِ آمنہ نے تجارت کے سلسلے میں شام، یمن، بصریٰ کے سفر کئے اور ہر قدم پر حق و عدل اور عزت و امانت کا نام روشن کر دیا۔ آپ کے ایک رفیق تجارت (عبداللہ) بیان کرتے ہیں کہ میں نے لین دین کے سلسلے میں آپ کو ایک جگہ ٹھہرا کر کہا کہ میں ابھی واپس آتا ہوں۔ عبداللہ وہاں سے نکل کر دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے اور جب تیسرے دن بعد وہاں سے گذرے تو یہ دیکھ کر بہت حیرت زدہ ہو گئے کہ حضورؐ اسی جگہ پر کھڑے ان کا انتظار فرما رہے تھے۔ آپ تین دن کے انتظار کی تکلیف کا اندازہ فرمائیں، لیکن حلیم اور بلند محمدؐ نے عبداللہ کو دیکھ کر اس کے سوا کچھ نہیں کہا۔ "عبداللہ تو نے مجھے تکلیف دی، میں اس مقام پر تین دن سے موجود ہوں"۔

شادی حضرت خدیجہ ملک میں "طاہرہ" کے نام سے مشہور تھیں اور بڑے بڑے ناموروں نے ان سے درخواستِ نکاح کی تھی، مگر وہ منظور نہ کرتی تھیں۔ متمول اس قدر تھیں کہ قافلہ تجارت میں ان کا سامان تنہا تمام قریش کے برابر ہوتا تھا۔ مکہ کے تاجر امین کی اخلاقی بلندیوں اور دلفریبیوں کا حضرت طاہرہ کے دل پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے از خود حضورؐ سے درخواستِ نکاح کی۔

اس شادی سے زیادہ، غالباً کوئی دوسرا واقعہ سیرتِ محمدی کو بے نقاب نہیں کرتا۔ حضورؐ نے ۲۵ سال کی عمر میں ایک ۴۰ سالہ بیوہ سے جو چند بچوں کی ماں تھیں اور

دو دفعہ بیوگی کے داغ کھا چکی تھیں، نکاح کیا۔ یہ ضبط و بےنفسی کی ایک مثال ہے حضور نے ایک ایسے ملک میں جہاں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی، اپنی پوری جوانی اور کچھ بڑھاپا یعنی عمر کے ۵۰ سال تنہا حضرت خدیجہؓ کے ساتھ بسر فرمائے۔ یہ ضبط اور پرہیزگاری کی ایک زندہ مثال ہے۔ اس نکاح کے ۱۵ سال بعد حضورؐ نے خلعتِ نبوت زیب تن فرمایا۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک پندرہ سالہ رفیقہ حیات سے زیادہ انسان کی حقیقی کمزوریوں سے اور کون واقف ہو سکتا ہے؟ تاہم جب حضورؐ نے نبوت کا دعوے فرمایا تو وہ خاتون جس کے ساتھ ایک خاوند کی حیثیت سے آپؐ نے پندرہ سال کے شب و روز بسر فرمائے تھے، سب سے پہلے آپ کی نبوت پر ایمان لائیں، یہ حضورؐ کی صداقتِ حیات کی ایک مثال ہے۔ خدیجہؓ ایسی متمول اور فداکار بیوی کی رفاقت کے باوجود، حضورؐ اپنے ذاتی مصارف ہمیشہ اپنی ذاتی آمدنی سے ادا فرمایا کرتے تھے، یہ عزتِ نفس اور خودداری کی ایک مثال ہے۔

واقعۂ حجر اسود انہی ایام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا، جس نے حضورؐ کی عظمت و شان کو دفعتہً لوگوں میں نمایاں کر دیا۔ قبائل قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تھی۔ جب حجر اسود رکھنے کا وقت آیا تو ہر ایک سردار نے اس تاریخی پتھر کو اپنے ہاتھ سے نصب کرنے پر اصرار کیا، اس پر جھگڑا ہوا اور تلواریں کھنچ گئیں، آخر پانچویں دن بڑی مشکل سے طے ہوا کہ کل صبح تمام مدعی خانہ کعبہ میں جمع ہوں اور جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہو، اس کی ثالثی پر عمل کر لیا جائے۔ دوسرے دن تمام معززین بڑی بیقراری آنے والے قدرتی جج کا انتظار کر رہے تھے کہ دفعتہً ایک شخص نے دروازے کے اندر قدم بڑھایا، یہ حضورؐ کی ذات تھی، اس پر ہر طرف سے "ھٰذا الامین رضینا" کے نعرے بلند ہوئے۔ تمام امراء نے عدالت کا تاج آپ کی پیشانی پر رکھ دیا۔ آپ نے تمام واقعات سُن کر اپنی چادر بچھائی اور اپنے ہاتھ سے اس کے وسط میں حجر اسود رکھ دیا، پھر تمام سردارانِ قبائل سے فرمایا کہ سب مل کر چاروں طرف سے چادر کو تھام لیں اور حجر اسود

کو موقعہ پہ لے چلیں۔ یہاں پہنچ کر آپؐ نے پھر حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور اس کی جگہ پر لگا دیا۔

زمانہ قبل نبوت

یوں تو حضورؐ کی زندگی کا ہر واقعہ پارۂ اعجاز ہے لیکن دو چیزیں بہت نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے کسی استاد کے روبرو زانوئے ادب تہ نہ کیا اور پھر علم و اشراق کے ہر گوشے میں آفتاب اور ماہتاب بن کر چمکے۔ دوسرے یہ کہ دعوے نبوت سے پہلے چالیس سال تک، بت پرستی، شراب خوری، قتل و غارت اور عیش پرستی کی فضا میں اس قدر معصومانہ زندگی بسر فرمائی کہ وہ بعد کے ۲۳ سالوں میں ہمیشہ کرشمۂ اعجاز و عفاف خیال کی گئی۔ ابو طالب سے زیادہ آپ کے بچپن اور جوانی سے کون باخبر ہوگا؟ فرماتے ہیں "لم ادمنہ کذبۃ ولا ضحکا ولا جاھلیۃ ولا وقفا مع الصبیان"۔ (میں نے نہیں دیکھا کہ محمدؐ نے بچپن میں کبھی جھوٹ بولا ہو، ہنسی مذاق کیا ہو، جہالت کی ہو، یا لڑکوں کے ساتھ پھرے ہوں) خودداری کا یہ عالم تھا کہ ابو طالب کی کنیز کہتی ہیں کہ آپؐ گھر میں کھانے کے لئے آتے تھے مگر کبھی خود نہیں مانگتے تھے۔

حیاداری کی یہ کیفیت تھی کہ ایک مرتبہ بالکل کمسنی کے زمانے میں آپ کا تہبند اتر گیا، اسی وقت آپ پر غشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی، آنکھیں پتھرا گئیں، زمین پر گر پڑے اور اسی حالت میں آپ نے پھر سے جسم پر تہبند لپیٹ لیا۔

بارہ تیرہ برس کی عمر میں چند لڑکے آپ کے ساتھ بکریاں چرایا کرتے تھے۔ یہ لڑکے رات کو باری باری شہر میں جاتے اور کہانیاں سنا کرتے۔ ان لڑکوں نے دو مرتبہ آپ کو بھی گانا سننے کی ترغیب دی اور بڑے اصرار سے شہر میں بھیجا لیکن نبی معصومؐ دونوں مرتبہ منزل تک نہیں پہنچے۔ راستے میں جہاں نیند غلبہ کرتی سو جاتے اور جب بیدار ہوتے، سیدھے ریوڑ میں چلے آتے۔ ان دو واقعات کے سوا آپ نے ساری زندگی میں کبھی کھیل تماشے کا قصد تک نہیں کیا۔ اسی پاک بازی کا اثر تھا کہ ایام نبوت میں جب قریش نے حضورؐ کی مخالفت کی تو انہی میں سے ایک رئیس نضر بن حارث تردید

کو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا "اے قریش! محمدؐ تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوا وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ، راست گو اور امین تھا، اس وقت تم نے کوئی بے اعتمادی ظاہر نہ کی، مگر اب جب کہ اس کے بالوں میں سفیدی آچلی ہے، تم اسے ساحر، کاہن، اور شاعر کہنے لگے ہو، خدا کی قسم! وہ ان تمام الزامات سے پاک ہے" یہ کس قدر عجب ہے کہ حضورؐ ایک ایسے خاندان میں جو تمام قبائل عرب کا پروہت تھا اور ملک میں "خاندانِ الٰہی" کے نام سے مشہور تھا، چالیس سال تک محبت اور خدمت کی زندگی بسر فرماتے رہے مگر کبھی بتوں کے آگے سر نہ جھکایا۔ ایک دن قریش کے چڑھاوے کا کھانا آپ کے سامنے لاکر رکھا، مگر آپ نے کھانے سے انکار کر دیا۔ تمام ملک میں فسانہ گوئی کا رواج تھا، مگر آپ نے ایک مرتبہ بھی ان مجالس میں شرکت نہیں کی۔

پھر اس معصوم اور پاکباز زندگی کو کیا کیا برکات حاصل ہوئیں؟ یہ کہ حضورؐ کی یہ مبارک زندگی مخالفین نبوت کے لئے ایک دائمی چیلنج قرار پاگئی۔ جب کبھی قریش نے آپ کی تکذیب کی، آپ نے یہی فرمایا "فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون۔ اے قریش! میری قبل نبوت کی ساری زندگی تمہارے سامنے ہے، کیا تم غور نہیں کرتے؟ یہ عظیم الشان آواز تنہا برابر ۲۳ برس تک یثرب و بطحا کی فضاؤں میں ہر طرف گونج پیدا کرتی رہی، مگر کوئی انسان اس کے جواب میں لب کشا نہیں ہو سکا۔

نبوت اور تبلیغ نبوت

زمانۂ نبوت کے قریب، حضورؐ کا زیادہ وقت آبادی سے باہر خاص طور پر غارِ حرا میں بسر ہوتا تھا، آپ گھر سے ستوؤں کی تھیلی اور پانی کا مشکیزہ لے کر نکل جاتے اور کئی کئی روز ذکر و فکر میں مصروف رہتے، اسی حال میں اگر کوئی مسافر نظر آجاتا تو پانی اور ستو سے اس کی تواضع فرماتے، کوئی حاجت مند ہوتا تو امداد فرماتے اور سواری کا ضرورت مند ہوتا تو گھر سے اس کا انتظام فرماتے۔

اسی عالم میں حضورؐ کی عمر کے چالیس سال پورے ہو گئے۔ دوشنبہ کا دن تھا، ۲۲ فروری ۶۱۰ء اور ربیع الاول کی نویں تاریخ کہ آپ کو اوپر سے ایک دھماکا سنائی

دیا اور ایسا معلوم ہوا کہ آسمان سے ایک نورانی تخت نیچے اُتر رہا ہے۔ حضورؐ کے دیکھتے دیکھتے یہ تخت قریب آگیا اور ایک نورانی تصویر نے تخت سے اُتر کر آپ کو گلے لگایا اور بشارت دی کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

آپ خوفزدہ حالت میں گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضؓ سے جو پندرہ سال سے آپ کی رفیقۂ حیات تھیں، اس واقعہ ذکر فرمایا۔ انہوں نے سُنتے ہی اس واقعہ کی سچائی کا اعتراف کر لیا۔ اسی طرح جب یہ خبر ان لوگوں کو پہنچی جو حضورؐ کے شب و روز سے زیادہ واقف تھے تو وہ بلا تامل داخل اسلام ہو گئے۔

حضورؐ نے تین سال تک خاموشی سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس کے بعد تبلیغ عام کا حکم ہُوا۔ حضورؐ حرم کعبہ میں تشریف لے گئے اور توحید الٰہی کا اعلان فرمایا کفار کے نزدیک یہ حرم کعبہ کی سب سے بڑی توہین تھی۔ لوگ چاروں طرف سے حضورؐ پر ٹوٹ پڑے۔ حارثؓ بن ابی ہالہ نے آپ کو بچانا چاہا تو اٹھتی ہُوئی تلواریں انہی پر برس پڑیں اور آن کی آن میں شہید ہو گئے' یہ پہلا خون تھا جو اسلام کی راہ میں زمین پر بہا۔

اس کے بعد ہر طرف غل مچ گیا۔ حضورؐ ہر ایک مجلس اور ہر ایک میلے میں جاتے بازاروں میں، گلی کوچوں میں، گھروں میں جہاں بھی دو چار آدمی جمع دیکھتے، انہیں توحید کی دعوت دیتے اور دختر کشی، زنا، شراب اور قتل و خونریزی سے منع فرماتے۔

قریش اس تعلیم سے بہت پریشان ہوئے، انہوں نے آپ کو سمجھایا' ڈرایا' مسلمانوں کو سزائیں دیں مگر کوئی اثر نہ ہوا' ہر طرف سے مایوس ہو کر انہوں نے اپنے نامور سردار عتبہ کو حضورؐ کے پاس بھیجا اور عرب کی دولت' حسین سے حسین عورتیں اور شاہی اقتدار تین چیزیں آپ کے قدموں میں ڈال دیں کہ ہم اپنی ساری عزت اور ساری دولت آپ کے حوالے کرتے ہیں' آپ بتوں کی توہین سے رُک جائیں۔

حضورؐ نے سفیر قریش کو اس پیغام کا جو کچھ جواب دیا' وہ سورۂ حٰمٓ کی چند آیات تھیں' آپ نے یہ آیات اس درد و گداز سے عتبہ کے سامنے پڑھیں کہ اسکے دل و دماغ

کا ایک ایک ذرہ خوفِ حق سے لرز گیا۔ اسی بے اختیاری میں وُہ قریش کے جلسے میں واپس آیا۔ اُس نے یہ کہہ کر تمام مجمع کو حیران کر دیا:۔

"اے قریش! محمد کے پاس جو کلام ہے، خدا کی قسم، وُہ نہ شعر ہے اور نہ جادُو ہے بلکہ کچھ اور شئے ہے، تم اس کا راستہ نہ روکو، اگر وُہ عرب پر غالب آ گیا، تو اس میں تمہاری عزت ہے، ورنہ عرب خود اس کو فنا کر دیگا"۔

سردارانِ قریش، عتبہ کی ناکامی سے بہت مایوس ہُوئے، تمام قبائل قریش کی طرف سے موت کا چیلنج لے کر ابو طالب کے پاس آئے۔ تمام قبائل کی متحدہ مخالفت کو دیکھ کر ابو طالب کا دل بھر آیا، انہوں نے نہایت درد مندی سے حضور ؐ کو سمجھایا اور کہا "پیارے بھتیجے! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈال جسے میں برداشت نہ کر سکوں"۔ حضور ؐ نے چچا کو اس بے بسی میں دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا:۔

"چچا! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سُورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں۔ خدا کی قسم! مَیں تب بھی اپنے فرض سے پیچھے نہ ہٹونگا۔ خدا اس کام کو پُورا کریگا یا مَیں خود قربان ہو جاؤنگا"۔

اب معاملہ بالکل ختم ہو گیا اور قریش نے اپنے تمام عذاب مسلمانوں کے لئے وقف کر دیئے۔ وُہ غریب مسلمانوں کو پکڑ لیتے اور ننگے بدن جلتی ہُوئی ریت میں دبا دیتے، لوہے کو تپا کر ان کے جسموں کو داغتے، پانی میں ڈبکیاں دیتے، مُشکیں کس لیتے اور لکڑیوں سے پیٹتے، گلے میں رسّہ باندھتے اور سخت بے دردی سے پتھریلی زمین پر گھسیٹتے، مسلمانوں کو گائے اور اونٹ کے کچے چمڑے میں باندھ دیتے اور دھوپ میں ڈال دیتے، مسلمانوں کے منہ میں لگام ڈالتے اور چابک مار مار کر حیوانات کی طرح دوڑاتے۔ ایک بے رحم نے خباب بن الارت کو دُہکتے ہُوئے کوئلوں پر چت لِٹا دیا اور ساتھ ہی چھاتی پر پاؤں رکھ کر دبائے رکھا کہ کروٹ نہ بدل سکیں۔

اللہ اکبر! یہ ہولناک اور لرزہ انگیز عذاب کس قدر پُر مصیبت ہیں؟ لیکن غلامان

محمدؐ کے ایمان ان مصائب پر غالب آئے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس بے دردی سے ایک دن بھی اشاعتِ اسلام نہ رُکی اور ایک مُسلمان بھی اسلام سے منحرف نہیں ہوا۔ ان تمام واقعات میں سب سے زیادہ قابلِ قدر چیز، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عزم و ثبات ہے اس وقت جب کہ زمین تمام وسعتوں کے باوجود مسلمانوں پر تنگ تھی اور اسلام کی مظلومی اور بے نوائی پر ارض و سما رو رہے تھے۔ حضورؐ کا دل اُمید کے جلووں سے معمور تھا۔ بحرِ غم کی ہر موج اور شبِ غربت کی ہر تاریکی جو اس قسم زار تک پہنچی تھی، ایک نغمۂ بشارت اور جلوۂ اقبال بن جاتی تھی۔ ابو طالب نے سمجھایا "جان پدر! اس کام سے دست بردار ہو جاؤ"۔ فرمایا "عمِ محترم! آپ میری تنہائی کا خیال نہ کریں، حق زیادہ دیر تک تنہا نہیں رہیگا، ایک دن عرب و عجم اس کے ساتھ ہوگا"۔ انہی دنوں ایک بے درد نے آپ کے سرِ مبارک پر خاک ڈال دی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا روتی تھیں۔ اور سر دُھلاتی تھیں۔ فرمایا "پیاری بیٹی! رو نہیں، خدا تیرے باپ کی حفاظت کریگا"۔ خباب بن الارث جب دُکھوں سے تنگ آ گئے تو عرض کیا "حضورؐ دشمنوں کے حق میں بددُعا فرمائیں" یہ سُن کر چہرہ مُبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا:-

> "خباب! تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں جن کے سروں پر آرے چلائے گئے اور وہ لکڑی کی طرح چیر دیئے گئے، تاہم وہ اپنے فرض سے پیچھے نہ ہٹے، وہ زمانہ قریب ہے کہ خدا اس کام کو پورا کریگا۔ یہانتک کہ ایک بوڑھی عورت تنہا صنعا سے حضر موت تک سفر کریگی اور اُسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا"۔

ہجرتِ حبش

اب مکہ کی حالت یہ تھی کہ تھوڑی بہت مذہبی آزادی جو مسلمانوں کو حاصل تھی، وہ بھی مٹ گئی اور دوسری طرف کفارِ مکہ اثر پذیر ہونے کی بجائے تعصب و عناد پر پتھر کی طرح جم گئے۔ ان حالات میں اسلام نے اپنے غلاموں سے نئی قربانی کا مطالبہ کیا یعنی حضورؐ نے فرمایا "مسلمان حبش کو ہجرت کر جائیں"۔ اس حکم کے ساتھ ہی ایک سو کے قریب مسلمان وطن کی تمام محبتوں اور تمام رشتوں سے بے نیاز ہو کر عرب سے نکلے۔

اور حبش میں آباد ہو گئے ۔ قریش نے حبش کے بادشاہ نجاشی کے پاس ایک مقتدر وفد اور بیش بہا تحائف بھیج کر درخواست کی کہ وہ مکہ کے مفرور مسلمانوں کو ان کے حوالے کردے حبش کے پادریوں اور امرائے دربار نے اہلِ وفد کی تائید کی ۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر طیار جوابدہی کے لئے پیش ہوئے ۔ انہوں نے دربار میں جب تعلیم اسلام کا خاکہ پیش کیا اور قرآن پڑھا تو نجاشی زار و قطار رونے لگا اور بے اختیار پکارا :-

"خدا کی قسم ! یہ قرآن اور انجیل تو ایک ہی نور کی دو کرنیں ہیں"۔

پھر اس نے وفد کی درخواست کو مسترد کر دیا ۔

بنی ہاشم کا بائیکاٹ وفدِ حبش کی ناکامی کے بعد قریش نے فیصلہ کیا کہ کوئی شخص خاندانِ ہاشم سے قرابت نہ رکھیگا ' ان کے ساتھ خرید و فروخت نہ کریگا ' ان تک کھانے پینے کا سامان نہ پہنچنے دیگا ' تاوقتیکہ وہ محمدؐ کو قتل کے لئے سردارانِ قبائل کے حوالے نہ کر دیں ! یہ الفاظ بصورتِ معاہدہ در کعبہ پر لٹکا دیئے گئے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو طالب اپنے تمام خاندان کیساتھ ایک گھاٹی میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ۔ دشمنوں نے ہر طرف پہرے لگا کر غلہ روک دیا اور بنی ہاشم پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ۔ حالت اس قدر زار تھی کہ بچے ہر وقت بھوک سے بلبلایا کرتے تھے ' خاندان کے افراد پیٹ پر پتھر باندھتے اور درختوں کے پتے کھا کر گذارہ کرتے ' جب حج کا موسم آتا تو پہرے اٹھ جاتے تا کہ ملک کے دوسرے قبائل اس ظلم میں مداخلت نہ کرنے پائیں ۔

اس مقام پر نبی امیؐ کا صدق و ثبات پھر قابلِ دید ہے ۔ اس قیمتی فرصت میں جبکہ دوسرے ہاشمی غلہ و رسد کی فراہمی میں مصروف ہوتے تو آپ ابرِ رحمت کی طرح گھاٹی سے نکلتے اور حاجی قبائل میں اپنا وعظ شروع فرما دیتے ۔ تین سال تک بائیکاٹ کا معاہدہ قائم رہا ' مگر حضورؐ اپنے مقصد سے نہیں ہٹے تو معاہدین میں سے بعض نے تنگ آکر ازخود اس معاہدے کو چاک کر دیا ۔ اب خاندانِ ہاشم اور اس کیساتھ اسلام کی تبلیغ پھر آزاد تھے ۔

قبائل میں تبلیغ اسلام حصولِ آزادی کے بعد، حضورؐ نے گرد و نواح کے قبائل کی طرف توجہ فرمائی اور قریباً پچاس قبیلوں میں تبلیغ اسلام کے لئے تشریف لے گئے، یہاں ہم نمونے کے طور پر حضورؐ کے ایک سفر کا حال بیان کرتے ہیں :-

مکہ سے پچاس میل دُور، طائف ایک پہاڑی مقام ہے۔ نبوت کے دسویں سال حضورؐ یہاں تشریف لے گئے، جب لوگوں کو ابرِ رحمت کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ اینٹ اور پتھر جھولیوں میں بھر کر استقبال کو آئے۔ حضورؐ وعظ فرماتے تھے اور حاضرین پتھر برساتے تھے، اگر کہیں زخموں سے مجبور ہو کر بیٹھ جاتے تو لوگ بازو تھام کر اٹھا دیتے تھے، آپ قدم بڑھاتے تھے اور ساتھ ہی پتھروں، تالیوں اور گالیوں کی برسات شروع ہو جاتی تھی۔ سیّد عالمؐ ایک جگہ بے ہوش ہو کر گر پڑے، حضرت زیدؓ جو ساتھ تھے، پشت پر اٹھا کر آبادی سے باہر لائے اور عرض کی "حضورؐ ان لوگوں کے حق میں بد دُعا فرمائیں"۔ فرمایا:-

"زید! میں ان کی تباہی کے لئے کیوں دُعا کروں؟ اگر یہ نہیں سمجھتے تو ان کی آئندہ نسلیں ضرور خدا پر ایمان لائینگی"۔

ان الفاظ پر بارہ برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ طائف کی فضا میں تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھیں اور طائف کا ذرہ ذرہ توحید کے نور سے ستاروں کیطرح جگمگانے لگا۔

اسوۂ تبلیغ اسلام اس وقت تک اُن لوگوں کے واقعات بیان ہوئے جنہوں نے حق سے روگردانی کی، اب پرستارانِ حق کی مُرادمندیوں کی کیفیت سُنئے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ پیغمبر اسلامؐ تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں رہے اور ایک ایک قدم تلوار کی دھار پر اٹھایا، اس وقت اسلام کا ہاتھ تلوار سے خالی تھا، ہم اسلام کے چاروں خلفاء اور وہ مسلمان جن کی عظمتوں سے ایران، روم اور مصر کی تلواروں کو توڑا، اسی زمانے میں مشرف باسلام ہوئے۔ فاتحین عالم کے قبولِ اسلام کے چند نظارے حسب ذیل ہیں :-

۱۔ ایک دن ابوجہل نے حضورؐ کو سخت اذیت دی تھی۔ جنگِ بدر اور اُحد کے نامور

جرنیل حضرت حمزہ رضؓ آپ کی حمایت میں ابوجہل سے لڑبے اور اُسے زخمی کر دیا پھر حضورؐ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ آپ نے فرمایا "چچا! ابوجہل کے انتقام سے مجھے کیا خوشی ہے؟ ہاں اگر آپ داخل اسلام ہوں تو مجھے خوشی ہے"۔ اس بے نفسی اور پاک بازی پر حضرت حمزہ رضؓ کی فطرت جاگ اٹھی اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

۲۔ عمر فاروق رضؓ، حضورؐ کے ارادۂ قتل سے، تیغ بکف گھر سے نکلے اور بہن بہنوئی کو جو مسلمان ہو چکے تھے، زدوکوب کیا۔ جب تلوار کی نوک سے ایمان نہ دبا تو کچھ حیران اور کچھ نرم دل ہو کر بہن سے قرآن سننے لگے، جب بہن "امنوا باللہ ورسولہٗ" پر پہنچی تو بے اختیار "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ" پکار اٹھے اور وہی تلوار جو اسلام کے قتل کو بے نیام ہوئی تھی، کفر کی گردن پر چل گئی۔

۳۔ عرب کا مشہور جادوگر ضماد ازدی خدمتِ نبویؐ میں آیا اور کہا کہ آؤ محمدؐ تمہیں اپنے منتروں سے جنات کے اثر سے آزاد کراؤں۔ حضورؐ نے فرمایا، ضماد! پہلے میری حقیقت سن لو اور پھر خدا کا ذکر کرنے لگے، ابھی چار ہی جملے حضورؐ کی زبان سے نکلے تھے کہ ضماد بے اختیار ہو گیا، اس نے انہی جملوں کو جھوم جھوم کر وہ چار مرتبہ سنا اور پھر پکار اُٹھا اللہ اکبر! یہ ایک اتھاہ سمندر ہے، محمدؐ! خدا کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاؤ، میں اسلام کی بیعت کرونگا۔

۴۔ قبیلہ دوس کے نامور سردار طفیل بن عمرو مکہ میں آئے تو اہلِ مکہ نے نہایت اہتمام سے ان کا استقبال کیا اور حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ہماری قوم میں یہ شخص جادوگر نکلا ہے، اس کے قریب نہ جانا ورنہ تمہارے تمام کام تباہ ہو جائینگے۔ طفیل جادوگری کے وہم اور تباہی کے خوف میں اس قدر مبتلا ہوا کہ جب حرم کعبہ میں جاتا روئی سے اپنے کان بند کر لیتا، چند روز بعد اس کی جرأت ضمیر نے اس بزدلی پر ملامت کی تو وہ خدمتِ نبویؐ میں آیا، قرآن سنا اور اسی وقت مسلمان ہو گیا۔

مختصر یہ کہ کہیں اخلاقِ نبویؐ کی تلوار چلی، کہیں قرآنِ عظیم کی دلفریبیوں نے مدد کی۔

اور دو تین سو کے درمیان، خدا کے نیک بندے پرچم توحید کے نیچے جمع ہو گئے یہی وہ اللہ کا لشکر ہے جس کے جوشِ ایمان نے کفر و شرک کی ایک کائنات کو مٹایا اور حق و عدل کی ایک نئی دنیا کو پیدا کر دیا۔

ہجرتِ مدینہ نبوت کے چودھویں سال، اسلام کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا جس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ ۱۰ نبوی میں یثرب کے چھ انصاری مشرف با سلام ہوئے، ان لوگوں نے واپس جا کر اپنے شہر میں آپ کی نبوت کا چرچا کیا۔ یثرب کے باشندے اپنے یہودی ہمسایوں سے سن چکے تھے کہ عنقریب ایک نبی پیدا ہونے والا ہے۔ اس واسطے دوسرے سال ان کے بارہ آدمی خدمتِ نبوی میں آئے اور داخل اسلام ہو گئے۔ یہ لوگ حضرت مصعب بن عمیر کو اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر کے وعظ میں خدا نے برکت دی اور مدینہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ اس پر ۱۳ نبوی میں حضورؐ نے صحابہؓ کو اجازت دیدی کہ وہ یثرب سے ہجرت کر جائیں۔ یہ لمحہ تاریخ اسلام کا ایک فیصلہ کن لمحہ ہے، اس سے معلوم ہوگا کہ حضورؐ کے اثر تعلیم سے، اس وقت مہاجرین اور انصار کی صلاحیت اور اخلاقی اور روحانی حیثیت کس قدر بلند تھی، اس کے بعد اسلام کو کائنات میں جو سرفرازی حاصل ہوئی، وہ اسی نور کی ایک کرن ہے۔

بہر حال حضورؐ نے حکم دیا اور مسلمان اسی وقت ترک وطن پر آمادہ ہو گئے۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے مہاجرین کو آگھیرا، کسی کا مال و سامان چھین لیا، کسی کی بیوی چھینی، کسی کی اولاد جھپٹ کر لے گئے، لیکن اسلام کے فداکاروں نے آزادی دین کے مقابلے میں زن و فرزند، مال و سامان اور جاگیر و جائداد کسی چیز کی پرواہ نہیں کی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مکہ سے نکلے اور مذہبی آزادی کے شوق میں پونے تین سو میل دور جا کر خوشی خوشی آباد ہو گئے۔

اگرچہ مکہ میں سب سے زیادہ خطرہ حضورؐ کو تھا، تاہم اُمتِ مظلوم میں سے جب تک ایک ایک فرد یثرب میں جا کر آباد نہیں ہو گیا، رسولِ برحقؐ نے مکہ سے قدم

باہر نہیں نکالا اور آخر وہی خطرہ جس کا اندیشہ تھا، سامنے آگیا۔ کفار نے سرورِ عالم کی تنہائی کو غنیمت سمجھا اور تمام قبائل کے سرداروں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر سازش کی کہ تمام قبائل کی متحدہ ذمہ داری پر اس جانِ جہاں کو قتل کر دیا جائے۔ ایک ایک قبیلے سے ایک ایک تیغ زن چھانٹ لیا گیا کہ یہ لوگ شب کو خانۂ نبوی کا محاصرہ کر لیں اور حضورؐ جس وقت بھی گھر سے نکلیں، تلواروں کے متحدہ حملے کر دیئے جائیں۔

یہ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ فیصلہ قتل کرنے والوں میں سے اکثر لوگوں کی امانتیں اس وقت بھی حضورؐ کے پاس جمع تھیں، دنیا پر عدل و ظلم اور رحمت و شقاوت میں ہزاروں معرکے ہوئے، لیکن چشمِ جہاں نے جو کچھ آج دیکھا، اس کی مثال نہ ملے گی۔ ٹھیک اس وقت جب کہ قاتلوں کی جماعت خانۂ نبویؐ کا محاصرہ کر رہی تھی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بیٹھے، ان ہی قاتلوں کے اموال امانت حضرت علیؓ کے سپرد فرما رہے تھے کہ صبح اٹھ کر سب کو واپس کر دیں۔ جب ناکہ بندی مکمل ہو چکی تو حضورؐ نے حضرت علیؓ کو بستر پر چھوڑا اور خود صدیق اکبرؓ کے ساتھ مصائب و خطرات سے گذر کر ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو بروز دوشنبہ ۸ ربیع الاول یثرب پہنچ گئے، اس تاریخ سے یثرب کا نام مدینۃ النبیؐ ہو گیا۔

مدنی زندگی حضورؐ کی مکی زندگی سے معلوم ہوا کہ ایک مغلوب گروہ، انتہائے مظلومیت میں اخلاق و ایمان کے معیار پر کیوں کر پورا اتر سکتا ہے، اب مدنی زندگی جو گذشتہ محنتوں اور اسلام کی اخلاقی اور روحانی فتوحات کا انعام تھی شروع ہوتی ہے، یہ زندگی فاتح اور غالب اقوام کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

مسلمان، اگرچہ قریش کے میدانِ اقتدار سے تین سو میل دور پہنچ چکے تھے، لیکن اس دوری نے بھی ان کی آتش انتقام کو ٹھنڈا نہ کیا۔ اب انہوں نے تلوار اٹھائی اور مسلمانوں پر پے در پے حملے شروع کر دیئے۔

رمضان ۲ھ میں عتبہ بن ربیعہ ایک ہزار فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا، حضورؐ نے صحابہؓ کو مشورہ کے لئے جمع فرمایا۔ مہاجر سرداروں نے نہایت پُرجوش تقریریں کیں، انصار

سے پوچھا گیا تو حضرت مقداد اور سعد بن عبادہ نے فرمایا "یا رسول اللہ! خدا کی قسم آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں، ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہینگے کہ جاؤ! تم اور تمہارا خدا لڑتے پھریں. ہم تو یہاں بیٹھتے ہیں، بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں، آگے اور پیچھے لڑائی کرینگے"۔ مسلمانوں کے جوش کا یہ عالم تھا کہ عمیر بن ابی وقاص ایک کمسن بچے کو جب واپسی کو کہا گیا تو وہ رو پڑا۔ آخر حضورؐ نے اجازت دی اور یہ کمسن سپاہی گلے میں تلوار لٹکا کر میدان میں نکلا۔ اس وقت پرچم اسلام کے نیچے صرف ۳۱۳ جوان تھے، اسلامی فوج نے دحباب بن منذر کی رائے کے مطابق، آگے بڑھ کر بدر کے برساتی چشموں پر قبضہ کرلیا۔ لیکن چشمۂ رحمت کی دریا دلی دیکھئے کہ خون کے پیاسے بھی انہی چشموں سے سیراب ہوتے تھے۔ دوسری صبح جنگ تھی، تمام صحابہؓ کمر کھول کھول رات بھر سوئے مگر رسولِ برحق ؐ ساری رات دعا و زاری میں مصروف رہے۔ ۱۷ ر رمضان کا آفتاب ابھی طلوع نہ ہوا تھا کہ نقارۂ جنگ پر چوٹ پڑی اور بے نیام تلواریں میدان کی طرف حرکت کرنے لگیں، جب اللہ کی فوج دشمنانِ حق کے سامنے آ ٹھہری تو رحمتِ عالم ؐ کے ہاتھ پھر آسمان کی طرف اُٹھ گئے کہ خداوندا! آج اپنی نصرت کا وعدہ پورا کر۔ اس وقت حضورؐ ایک چھپر کے نیچے کھڑے تھے اور فرطِ بیخودی سے کندھے کی چادر گری پڑتی تھی۔ کبھی سجدے میں جاتے اور کبھی سر اٹھا لیتے اور فرماتے "خدایا! یہ چند ناتوان تیری توحید کے محافظ ہیں اگر یہ مٹ گئے تو قیامت تک تیری پرستش نہ ہوگی۔

یہ ضعف اور زاری کی کیفیت تھی، اب عزم و رسوخ کا عالم دیکھئے ٹھیک اس وقت جب کہ اسلام کا مستقبل تلوار کی نوک سے آویزاں تھا، ابو حذیفہ اور ابو حسیل دو صحابی مکہ سے آئے، قریش نے انہیں پکڑ لیا تھا اور اس وعدہ پر رہا کیا تھا کہ وہ فوجِ اسلام میں شامل ہوکر میدان میں نہ آئینگے۔ یہ دونوں استفسار کے لئے خدمتِ نبویؐ میں آئے تو حضورؐ نے فرمایا، تم اپنا عہد پورا کرو، ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے۔

مبازرت طلبی کے بعد حملہ عام شروع ہوا تو چند گھنٹوں میں میدان صاف تھا، قریش کے ۷۰ آدمی مارے گئے، ۷۰ گرفتار ہوئے، خود ابوجہل دار الندوہ کے گیارہ سرداروں

کے ساتھ قتل ہو گیا۔

دستورِ عرب کے مطابق ضروری تھا کہ تمام قیدی تلوار یا آگ سے ہلاک کر دیئے جاتے مگر رحمتِ عالمؐ نے انہیں دو دو چار۔ چار کر کے صحابہؓ میں تقسیم کر دیا اور فرمایا کہ ان کی خدمت کی جائے۔ اس حکم کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابہؓ اسیروں کو کھانا کھلاتے اور خود کھجوروں پر گذارہ کرتے۔ ابو عزیز کا بیان ہے کہ مصعب بن عمیرؓ دونوں وقت کھانا لاتے اور جب روٹی میرے سامنے رکھتے اور خود کھجوریں کھاتے تو شرم سے میری گردن جھک جاتی۔ میں اُن کے ہاتھ میں روٹی دیتا مگر وُہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور واپس کر دیتے۔ چند روز کے بعد حکم ہُوا کہ تمام قیدی چار چار ہزار درم فدیہ پر رہا کر دیئے جائیں۔ جو لوگ نادار تھے، انہیں بلا معاوضہ آزاد کر دیا گیا۔ پڑھے لکھے اسیروں سے کہا گیا کہ وُہ تاوان دینے کے بجائے انصار کے دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔

بدر کی شکست سے قریش نے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ چنانچہ دوسرے ہی سال ۳ھ میں ابوسفیان پانچہزار لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ حضورؐ سات سو مسلمانوں کے ساتھ مدافعت کو نکلے۔ احد کے میدان میں معرکہ ہوا اور جب قریش کو اس جنگ میں بھی کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے تمام قبائل عرب کی تلواروں کو مسلمانوں کے خلاف دعوت دی اور ۵ھ میں ۲۴ ہزار فوج سے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے خندق کھود کر عرب کی اس متحدہ سپاہ کا مقابلہ کیا۔ کئی ہفتے تک محاصرہ اس سختی سے قائم رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پر تین تین فاقے گذر گئے۔ آخر ۲۰، ۲۲ دن کے بعد جب محاصرین کو موسم کی خرابی اور رسد کے قحط نے گھیر لیا تو وُہ از خود میدان خالی کر گئے۔ ان ایام میں مقامی یہودیوں اور گرد و نواح کے قبائل نے مسلمانوں کے خلاف متعدد سازشیں کیں کئی دفعہ لڑے، لیکن اسلام کی تلوار ہر ایک میدان میں غیر مغلوب ثابت ہُوئی۔

۶ھ میں حضورؐ نے چودہ سو مسلمانوں کے ساتھ زیارتِ کعبہ کی غرض سے مکہ کا سفر کیا، لیکن قریش نے مزاحمت کی۔ آخر حدیبیہ کے مقام پر ایک عہد نامہ ہوا اور دس سال

کہ مسلمان اگلے سال زیارت (عمرہ) کریں اور یہ کہ آئندہ دس سال تک طرفین سے جنگ نہ ہوگی۔

مدنی اخلاق برادرانِ ملت! آپ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی مدنی زندگی میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں نے ہمیشہ اپنے سے دُگنی اور تگنی فوجوں کا مقابلہ کیا، لیکن تیغِ اسلام ہر میدان میں مظفر و منصور رہی۔ یہ اس لئے کہ مسلمانوں کے دستِ تیغ اور بازوئے شمشیر کی لپشت پر جو قوتِ ایمان اور زورِ اخلاق موجود تھا، وہ غیر مغلوب تھا۔ دوسرے یہ کہ مدنی زندگی نے مکی زندگی کی نسبت، اشاعتِ اسلام میں بہت زیادہ مدد کی ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا کہ چودہ سال کی مسلسل تبلیغِ نبوت کے بعد جس قدر مسلمان بدر کے میدان میں آئے ان کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ اس کے ایک سال بعد اُحد میں یہ تعداد ۷۰۰ تھی۔ جنگِ خندق میں ۳ ہزار، فتحِ مکہ پر ۱۰ ہزار اور جنگِ تبوک میں ۳۰ ہزار۔ یہ اس لئے کہ مکہ کی مظلوم زندگی کی بے قدریوں میں اہلِ عرب نے جن اخلاق کی عظمت کا احساس نہ کیا تھا، جب انہی اخلاق کو تلواروں کے سائے اور چترِ فتح کے نیچے دیکھا تو بہت متاثر ہوئے۔ حضور سید عالم ﷺ کے عزم و ثبات اور عدل و مساوات اور صحابہ کرامؓ کے ایثار و اطاعت کے بعض نمونے قابلِ ملاحظہ ہیں:

۱۔ جنگِ اُحد میں عبداللہ بن قمیہ نے روئے انور پر تلوار سے وار کیا۔ مغفر کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک پر چبھ گئیں۔ چاروں طرف سے پتھر اور تلواریں برس رہی تھیں۔ جاں نثاروں نے آپ کو اپنے دائرہ میں لے لیا۔ ابودجانہؓ جھک کر سپر بن گئے۔ حضرت طلحہؓ نے دشمن کی تلواریں اپنے ہاتھ پر روکیں اور ایک ہاتھ کٹ کر گر پڑا۔ اس وقت حضور ﷺ کی زبان پر الفاظ جاری تھے "رب اغفر قومی فانہم لا یعلمون" خداوندا! میری قوم کو معاف کر دے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں، بے خبری کے باعث ہے۔

۲۔ حضور ﷺ نے حضرت خالدؓ کو قبیلہ بنی جذیمہ میں اشاعتِ اسلام کے لئے بھیجا، حضرت خالدؓ نے یہاں تلوار چلا دی۔ حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو بیقراری سے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور فرمایا "خداوندا! میں خالدؓ کے فعل سے بری ہوں"۔ پھر حضرت علیؓ کو بھیجا، آپ نے ایک ایک مقتول کا خونبہا ادا کیا، حتیٰ کہ اگر کسی کا کتا مر گیا تھا تو اس کا خونبہا بھی ادا کیا گیا۔

۳ - ایک دن حضورؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، درست فرمانے لگے تو ایک صحابی نے عرض کیا، حضورؐ! میں درست کرتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ تشخص پسندی مجھے پسند نہیں ہے۔ ایک سفر میں صحابہ کرامؓ نے کھانا پکانے کا انتظام کیا۔ جب کام تقسیم ہوگیا تو حضورؐ جنگل کی طرف لکڑیاں لانے کے لئے چل دیئے۔ صحابہؓ نے روکا تو فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے آپ کو تم سے ممتاز کروں۔ غزوۂ بدر کے موقعہ پر سواریاں کم تھیں، تین تین آدمیوں کے حصے میں ایک ایک اونٹ آیا۔ حضورؐ نے بھی اپنے ساتھ دو آدمی شامل کر لئے۔ ان دونوں نے عرض کیا، حضورؐ! آپ سوار رہیں، ہم پیادہ چلینگے، فرمایا نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔ ایک دن حضورؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک پتلی سی لکڑی تھی۔ آپ نے ایک شخص کو ہٹایا اور اتفاق سے لکڑی کا سرا اس شخص کے منہ میں لگ گیا اور خراش سی آگئی، اسی وقت فرمایا مجھ سے انتقام لے لو۔ اس نے کہا، حضورؐ! میں نے معاف کیا۔

۴ - جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو مہاجرین کی بے سروسامانی پر نظر کر کے حضورؐ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار سے منسلک کر دیا اور فرمایا "یہ تمہارے بھائی ہیں"۔ اس ارشاد کا نتیجہ یہ تھا کہ ہر انصار اپنے مہاجر بھائی کو گھر لے گیا اور اسے ایک ایک چیز کا حساب دیا کہ یہ آدھا آپ کا ہے اور آدھا ہمارا ہے، سعد بن ربیعہ کے ہاں دو بیویاں تھیں آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ میں ایک کو طلاق دے دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیجئے مگر مہاجرین کی سیر چشمی دیکھئے، حضرت عبدالرحمٰن نے منظور نہ کیا اور کہا تو صرف یہ کہا کہ بھائی تمہاری ہر چیز تمہیں مبارک رہے، مجھے صرف بازار کا راستہ دکھا دو۔ تقسیم سامان کے بعد انصار نے حضورؐ سے درخواست کی کہ ہمارے باغ اور زمینیں بھی ہمارے بھائیوں میں تقسیم کر دی جائیں، لیکن حضورؐ نے اس درخواست کو منظور نہ فرمایا۔

۵ - اشعث بن قیس حاکم کندی ۸۰ سواروں (مسلمان) کے ساتھ اس شان سے خدمتِ نبوی میں آئے کہ حبرہ کی چادریں، جن کے ریشم کے سنجاف تھے ان کے کندھوں پر

لٹک رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا پھر یہ ریشم کیسا ہے؟ اس جملے پر ہر ایک سوار نے اپنی اپنی چادریں پھاڑ پھاڑ کر زمین پر ڈال دیں۔

۶۔ ایک فاقہ زدہ شخص حضورؐ کے ہاں مہمان ہوا۔ اس وقت اتفاق سے حرم نبویؐ میں پانی کے سوا کچھ بھی موجود نہ تھا، اس واسطے حضرت ابوطلحہؓ مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اتفاق یہ کہ اس وقت ان کے ہاں صرف بچوں کے بقدر کھانا موجود تھا۔ آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دستر خوان بچھا دو اور چراغ بجھا دو۔ پھر مہمان کے ساتھ کھانے پر بیٹھے۔ میاں بیوی دونوں اس طرح ظاہر کرتے رہے کہ گویا شریکِ طعام ہیں، اسی طرح مہمان کو سارا کھانا کھلایا اور خود بھوکے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

۷۔ جنگ بدر میں معاذ نامی ایک نوجوان، ابوجہل کو قتل کر کے نکلے ہی تھے کہ اس کے بیٹے عکرمہ کی تلوار ان کے شانے پر آئی۔ تمام شانہ کٹ گیا مگر بازو گوشت کے ایک تسمے سے لٹکتا رہ گیا۔ معاذؓ نے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھ کر زور سے کھینچا اور بازو کو توڑ کر الگ پھینک دیا اور پھر جہاد میں مصروف ہو گئے۔

۸۔ حضرت خدیفہ عدوی فرماتے ہیں کہ جنگِ تبوک میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے تھے۔ میں اپنے بھائی (چچا زاد) کے پاس بالکل قریب مرگ تھا۔ پانی کا پیالہ لے گیا۔ ابھی اس نے پیالہ منہ سے نہ لگایا تھا کہ پاس سے ایک زخمی سپاہی ہشام بن العاص نے فریاد کی۔ بھائی نے اسی حال میں مجھے پیالہ واپس کر دیا کہ پہلے ہشام کو پلاؤ۔ ہشام اس وقت دم توڑ رہا تھا۔ میں ہشام کے پاس ہی پہنچا تھا کہ پاس سے ایک تیسرے سپاہی کی آواز سنائی دی۔ ہشام نے پانی واپس کر دیا اور اشارے سے مجھے اس آواز کی طرف متوجہ کیا۔ میں وہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ شخص مر چکا ہے۔ میں ہشام کی طرف واپس آیا تو یہ بھی رخصت ہو چکا تھا۔ اب میں بھائی کی طرف دوڑا، لیکن میرے پہنچنے سے پہلے وہ زندگی ختم کر چکے تھے۔

۹۔ جنگِ اُحد میں مسلمان، کفار سے ٹکرا چکے تھے لیکن ایک بہادر مسلمان پاس ہی کھڑا عالمِ بے پروائی میں کھجوریں کھا رہا تھا۔ پوچھا، حضورؐ! اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا؟ فرمایا

جنت میں۔ مجاہد نے کھجوریں پھینک دیں کہ کون انتظار کرے اور عالم بے خودی میں دشمن پر ٹوٹ پڑا اور شہید ہو گیا۔

یہ ہیں، اس عظیم الشان قوم کے خد و خال جس کے جاہ و جلال نے، چند ہی سال بعد قیصر و کسریٰ کی عظمت و شوکت کو گرد کر ڈالا۔

شاہانِ عالم کو دعوتِ اسلام

حدیبیہ میں قریش نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا تھا کہ آئندہ سال تک فریقین میں جنگ نہ ہو گی۔ حضورؐ نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور قیصرِ روم، شاہِ ایران، عزیزِ مصر شاہِ حبش وغیرہ کو خاص سفیروں کے ہاتھ قبولِ اسلام کے دعوت نامے بھیجے۔ حضورؐ کی تحریک پر بحرین، عمان، نجد، غسان، دومۃ الجندل، یمن کے سلاطین نے اسلام قبول کر لیا، دمشق اور یمامہ کے حکام نے انکار کیا، شاہِ ایران نے نامۂ مبارک کو چاک کر ڈالا، شاہِ مصر نے مکتوبِ نبویؐ کی بہت تکریم کی اور تحائف بھیجے، قیصر کے دل میں نورِ ایمان چمکا مگر عیسائی رعیت کے خوف کی ہوا سے بجھ گیا۔ شاہِ حبش نے عریضہ بھیجا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"۔ انہی ایام میں عرب کے مختلف حصص سے ... کے قریب وفود دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر واپس پھرے، ان وفود کے ذریعہ سے اسلام نورِ آفتاب کی طرح ملک کے ایک ایک گوشے میں پھیل گیا۔

فتح مکہ

حدیبیہ میں قریش نے دس سال کی صلح کا معاہدہ کیا تھا مگر دوسرے ہی سال بنی خزاعہ کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس پر حضورؐ نے مکہ پر فوج کشی کا فیصلہ کیا اور ۱۰ / رمضان ۸ھ کو دریائے لشکر پہاڑ میں آیا۔ اس وقت دس ہزار جوان اسلام کے جھنڈے تلے جمع تھے، یہ فوجِ ظفر موج مکہ معظمہ کے قریب پہنچی تو قریش کی تلواریں پانی ہو کر بہہ نکلیں۔ جنگ احد اور جنگِ خندق کا سپہ سالار ابو سفیان لرزہ بر اندام آیا اور داخلِ اسلام ہو گیا۔ مسلمانوں پر بلا مزاحمت فتح و نصرت کے دروازے کھل گئے۔ فتح مند فوج کا شہر میں پُر شکوہ داخلہ اور تمکنت انگیز جلوس قابلِ دید تھا، لیکن وارثِ خلیلؑ کی شانِ یکتائی سب سے الگ تھی۔ حضور نبی الرحمۃؐ اونٹ پر سوار تھے۔ کیفیتِ انکسار نے سرِ مبارک کو اس قدر جھکا رکھا تھا کہ پیشانی مبارک کجاوے

سے لگتی جا رہی تھی۔

جب خلیل اللہ کا وارث حرمِ کعبہ میں داخل ہوا تو پہلا حکم یہ دیا کہ حرمِ اقدس کو بتوں کے اثر سے پاک کر دیا جائے۔ اس وقت زبانِ مبارک پہ یہ آیت جاری تھی۔ "جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" حق آیا اور باطل مٹ گیا، باطل مٹنے ہی کی چیز تھی۔

تطہیرِ حرم ہو چکی تو فاتحِ اعظم منبر پر آئے اور توحیدِ الٰہی اور مساواتِ انسانی کے بعد قریش سے فرمایا:۔

"آج زمانۂ جاہلیت کا تمام غرور، تمام خون اور تمام خونبہا میرے قدموں کے نیچے ہے۔

اے قریش! خدا نے تمہاری جاہلیت کا غرور اور نسب کی بڑائی پامال کر دی ہے۔

سُن رکھو کہ تمام انسان، آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا ہے"۔

حضورؐ منبر سے اُترے تو جبارانِ قریش، جن کی عمریں اسلام کو مٹانے اور ستانے میں گذری تھیں، جن کے دامنِ حیات کا ایک ایک تار، فرزندانِ اسلام کے خون میں غوطہ زن تھا، حضورؐ کے سامنے لائے گئے۔ فرمایا "لا تثریب علیکم الیوم، اذھبوا فانتم الطلقا" تم پر آج کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو"۔ جب مغلوب دشمنوں کو آزادی مل چکی تو فتحمند فوج کے سپاہی آئے اور پوچھا، کیا ہم دشمنوں سے اپنے ان ذاتی مکانات و جائداد کا قبضہ حاصل کر لیں، جنہیں ہجرتِ مدینہ کے وقت، ہم نے یہاں چھوڑا تھا؟ بلند نظر اور عرش پرواز نبیؐ نے فرمایا، نہیں، تم راہِ خدا میں ایک دفعہ جس دولت کا ایثار کر چکے ہو، اس کی واپسی کا دعوٰے نہیں کر سکتے۔

آخری حج اور انتقال تمام قبائلِ عرب، قریش کے فیصلے کے منتظر تھے، جب قریش کا فیصلہ ہو چکا تو تمام ملک نے آستانۂ نبوت پہ سرِ نیاز خم کر دیا۔ اب وہ یتیم جس کے گلے میں کبھی چالیس بکریاں تھیں، تمام عرب کا دینی اور روحانی فرمانروا تھا۔ اسلام کی اقبال مندی نے فطرتِ معصوم کا ستارہ چمکا دیا، انسانیت کے باغ میں بہار آئی۔ وہ سنگلاخ چٹانیں جن سے لات و منات کی "خداوندی" پیرایۂ حیات حاصل کرتی تھی، ریگِ زارِ صحرا میں مل گئیں، بتوں کی فرمانروائی

ختم ہوئی، شراب کے دریا سوکھ گئے، عرب کے گوشے گوشے میں اذانوں اور تکبیروں کی صدائیں گونجیں، لوگ فوج در فوج آئے اور پرچم توحید کے نیچے اخوت و محبت اور عدل و مساوات کے پیمان تازہ کرنے لگے، حب خدا کا نام بلند ہو گیا، خدا کا کام پورا ہو گیا تو سردارِ لولاک نے آخری حج کی تیاری کی، اس خبر کا پھیلنا تھا کہ تمام قبائلِ عرب موج در موج علمِ نبوت کے نیچے آٹھہرے، سرورِ کائنات نے کوچ فرمایا، فداکاروں کی ایک پوری کائنات ہم رکاب تھی۔ ۹ ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں ہم رکاب ہوئے۔ یہاں ایک لاکھ (اور چالیس ہزار) کا مجمع پیشِ نظر تھا، سید عالم نے ناقہ پر سوار ہو کر ایک ایسی موثر، دلگداز اور پر شوکت تقریر فرمائی، جس کا حرف حرف توحید و مساوات کے نور سے جگمگا رہا تھا۔ توحید الٰہی کے بعد اعلان فرمایا "مسلمانو! میں اور تم پھر کبھی اس مجلس میں جمع نہیں ہونگے، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے"۔ پھر فرمایا آج جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں کے نیچے ہیں، خبردار! میرے بعد راہِ حق سے الگ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے پر تیغ آزمائی شروع کر دو۔ مسلمانو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری آبرو، ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے، جس طرح یہ دن، یہ شہر اور یہ مہینہ۔ پھر فرمایا، لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق خدا سے ڈرو، تم نے خدا کے نام کی ذمہ داری سے انہیں اپنی کفالت میں لیا ہے، ان کا حق ادا کرو۔ ہاں، تمہارے غلام، جو کچھ خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ اور جو کچھ خود پہنو، وہی ان کو پہناؤ۔ پھر فرمایا، لوگو! اگر اللہ کی کتاب کو مضبوط پکڑو گے تو پھر کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ پھر فرمایا، میرے بعد نہ کوئی جدید پیغمبر ہے اور نہ کوئی جدید امت، آخر میں فرمایا، لوگو! قیامت کے دن تم میں سے میرے متعلق پوچھا جائیگا، تم کیا جواب دو گے؟ اس پر آوازیں آئیں۔ نشہد انک قد بلغت وادیت و نصحت (حضور! آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور حق رسالت ادا کر دیا) اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین دفعہ بآوازِ بلند فرمایا "اے خدا! گواہ رہنا"۔ ابھی حضورؐ خطبے سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ قرآنِ پاک کی آخری آیت نازل ہوئی، یعنی ملائکہ الٰہی تکمیل دین اور اتمام نعمت کا تاج لائے اور خاتم النبیینؐ کو پہنا گئے۔ اس وقت حضورؐ جس اونٹ پر

سوار تھے، اس کا پالان ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا اور جب حج سے واپس تشریف لائے تو آپ کے آزاد کردہ غلام کا فرزند اسامہ بن زید آپ کے پیچھے اونٹ پر سوار تھا اور فداکاروں کا ایک جہان آپ کے گرد تکبیر کے نعرے بلند کر رہا تھا۔ اس حج سے چند ہفتے بعد صفر ۱۱ھ میں مرض الموت نے حضورؐ پر حملہ کیا، چودہ دن بیمار رہے اور ۱۳ ربیع الاول ۱۱ھ روز دوشنبہ کو ۶۳ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ترکہ کا خیال ہوگا کہ شہنشاہ عالمؐ نے اپنے بعد کس قدر زر و مال چھوڑا؟ حضرت عمرو بن حارث فرماتے ہیں:۔

حضورؐ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور اپنے بعد نہ درہم چھوڑا نہ دینار، نہ غلام، نہ لونڈی، نہ کچھ اور۔ البتہ حضورؐ کے پاس ایک سفید خچر، ہتھیار اور کچھ زمین تھی۔ جسے حضورؐ نے عام مسلمانوں پر صدقہ فرما دیا تھا۔

وفاتِ اقدس سے دو ایک روز پہلے جب کہ روح مبارک بہت تکلیف اور بے چینی میں تھی، حضورؐ کو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس چند دینار رکھوائے تھے۔ فرمایا، انہیں ابھی خیرات کر دو، یہ زیبا نہیں کہ محمدؐ اپنے خالق کی بارگاہ میں جائے اور اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں۔ سرورِ کائناتؐ پر اس جہانِ فانی کی جب آخری رات آئی تو زرہ مبارک چند سیر جو کے عوض ایک یہودی کے ہاں گروی تھی اور عائشہ صدیقہؓ ایک پڑوسن سے تیل مانگ رہی تھیں کہ چراغ روشن کیا جائے، جن کپڑوں میں سید عالمؐ نے انتقال فرمایا، ان میں اوپر تلے کئی پیوند لگے ہوئے تھے اور دنیا کی مقدس ترین صداقتیں اور سچائیں پکار پکار کر اعلان کر رہی تھیں کہ کائناتِ الٰہی میں یہی وہ آخری پیغمبر ہے جس کے چشموں پر مشرق و مغرب کی پیاسی قومیں قافلے بن بن کر آئیں گی اور روحانیت کا آبحیات پی کر ہمیشہ کی زندگی حاصل کریں گی۔ اللھم صل علی محمد و علی آل محمد و بارک وسلم۔

قریشی

۵۰۰ صفحوں کی ۱۶ قابل دید کتابیں

صرف ڈیڑھ روپیہ میں

سیرت کمیٹی پٹی کی شہرہ آفاق ۱۶ کتابوں کا سٹ منگوائیے۔ ان کتابوں میں رسول اللہؐ کے حالات مبارک بھی ہیں اور صحابہ کرام کے حالات بھی۔ حقیقت دین اور فلسفۂ اسلام کی کتابیں بھی ہیں اور جمعہ اور عیدین کے خطبے بھی اور اسلامی اور تبلیغی رسائل بھی۔ یہ کتابیں اسلام اور تاریخ اسلام کے ایک پورے کتب خانے کا نچوڑ ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ کہ لارڈ ہیڈلے فاروق مرحوم، علامہ سید رشید رضا مصریؒ، مولینا سید عبدالسلام ندوی، مولینا سید مناظر احسن گیلانی، نواب صدر یار جنگ بہادر، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ جیسے شہرہ آفاق بزرگوں کے قلم سے ہیں۔ آپ صرف ڈیڑھ روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر یہ تمام کتابیں جو ایک پورے کتب خانہ کا نچوڑ ہیں، طلب فرمائیں۔ بچوں اور عورتوں کے لئے ان کا مطالعہ بہت ہی باعث برکت ہوگا۔ فہرست کتب درج ذیل ہے:-

- مسلمانوں کے افلاس کا علاج (ڈاکٹر ضیاءالدین غیرؔ)
- رحمۃ للعالمینؐ (لارڈ ہیڈلے فاروق)
- رہبر عالمؐ (ڈاکٹر خالد شیلڈرک)
- پیغام رحمت (نواب صدر یار جنگ بہادر)
- رسول اللہؐ کے تبلیغی اخلاق (عبدالسلام ندوی)
- النبی الخاتمؐ (مناظر احسن گیلانی)
- اسباب زوال امت (امیر شکیب ارسلان)
- حکمت قریشی
- پیغام رمضان (قریشی)
- ۸ کروڑ مسلمانوں کی وحدت کا پروگرام ״
- خطبۂ عید الفطر ״
- خطبۂ عید الضحیٰ ״
- معارف معراج ״
- شہادت کربلا کی تاریخ ״
- بیت المال ״
- خطبۂ عید قربان ״

پتہ:- قاضی عبدالمجید قریشی سکرٹری سیرت کمیٹی پٹی، ضلع لاہور

اخبار ایمان کا پیغام کیا ہے؟

اخبار ایمان (پندرہ روزہ) آپ کو خدا کا نام یاد دلاتا رہیگا۔ آپ کو آخرت کی فکر تیار کریگا۔ آپ کو فرائض و ارکانِ اسلام پر عمل کرنے کی ترغیب دیگا۔ آپ کے دل کو نرم کریگا خیر و اصلاح کیلئے تیار کریگا۔ اس کے مطالعہ سے آپ کے اہل و عیال میں دینداری اور تقویٰ کا شوق پیدا ہوگا اور طبیعتیں عمل اور نیکی کی طرف راغب ہونگی۔ اخبار کی زبان بہت آسان ہے۔ اس واسطے آپ کے بچے اور عورتیں اس سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دینی مضامین کے علاوہ عام ملکی اور سیاسی خبریں اور دُنیائے اسلام کے حالات خاص طور پر شائع کئے جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس اخبار کی آمدنی تبلیغ اسلام اور اشاعت سیرت کیلئے وقف ہے۔ اس اخبار پر تین روپے سالانہ یا ۱؎ ششماہی جو آپ خرچ کرینگے، یہ اخبار کی قیمت بھی ہے اور سیرت کمیٹی پٹی کی امداد بھی ہے۔ ہر احساس مسلمان اخبار ایمان کی توسیع اشاعت کے لئے کوشش کرے۔

ہر شہر میں سیرت کمیٹی کی ضرورت

برادرانِ اسلام! کیا آپ یہ پسند کرتے ہیں کہ آپ کے شہر یا قصبہ میں ایک ایسی جماعت ہو جو مرکزی سیرت کمیٹی پٹی کے ساتھ مل کر تبلیغ اسلام کا کام کرے اور اس طرح آپ کو بھی خدمتِ دین کا موقع ملے اور قوم کی اصلاح بھی ہو؟ اگر آپ چاہتے ہیں تو آج ہی دوستوں سے مشورہ کر کے اپنے ہاں سیرت کمیٹی کی بنیاد رکھ دیجئے۔ جس شہر میں سترہ، قصبہ میں آٹھ اور گاؤں میں پانچ مسلمان تحریک سیرت کے ممبر بن جائیں، وہاں سیرت کمیٹی قائم کی جا سکتی ہے۔ ممبر کے لئے شرط یہ ہے کہ وُہ اپنی مقامی کمیٹی کو سال کے بعد صرف چار آنے فیس ممبری ادا کرے اور مرکزی کمیٹی سے تعلق رکھنے کی خاطر ہر پندرھویں ایک آنہ دیکر اخبار ایمان خرید لیا کرے۔ اس اخبار کی اصل قیمت دو آنے فی پرچہ ہے مگر ممبرانِ سیرت سے ایک آنہ فی پرچہ قیمت وصول کی جاتی ہے۔ مفصل قواعد و ضوابط پتہ ذیل سے مفت طلب فرمایئے۔ دسکرٹری سیرت کمیٹی پٹی، ضلع لاہور)

(ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں باہتمام ابو رضا عطاء اللہ پرنٹر چھپا۔ پبلشر